بیسویں صدی پر
کنزالایمان کے فکری اثرات

پروفیسر محمد الیاس اعظمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُنیسویں صدی کے دوسرے عشرے سے شروع ہونے والا دَور برصغیر کے اندر مسلم معاشرے میں مذہبی واعتقادی تفرق و تشتّت کی شروعات کا زمانہ ہے، آگے جاکر جس کی کوکھ سے بڑے بڑے فتنوں نے جنم لیا ہے۔ یہی وہ دور ہے جس میں بد عقیدگی اور غلط فکری کی کالی گھٹائیں نجد کی طرف سے برصغیر کا رخ کرتی ہیں اور آہستہ آہستہ پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں یوں مسلم معاشرہ اس کی تاریکیوں میں ڈوب جاتا ہے۔

دوسری طرف برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی خفیہ و اعلانیہ چالوں اور درونِ خانہ نااہل مغل شہزادوں کی باہمی رسہ کشی اور اقتدار کی جنگ کے باعث جب دہلی کے لال قلعے پر گرفت کمزور پڑتی ہے تو مطلع سیاست بھی ابر آلود ہوجاتا ہے اور سرحد پار سے آنے والے قزاقوں، برطانوی لٹیروں کے ہندوستان پر غاصبانہ اقتدار کی کالی گھنگور گھٹائیں پورے طبقے پر چھاجاتی ہیں۔

یوں ظلمت کی ان تاریک اور گہری راتوں میں مسلم امۃ پر جو سب سے بڑا اور شدید حملہ ہوتا ہے وہ اُمت کے اجتماعی عقیدہ و ایمان پر ہوتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے مرکز عقیدت و محبت لیکن گنبد خضریٰ کی ذاتِ بابرکات پر کیا جاتا ہے۔ محبوب کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کو متنازعہ بنانے کیلئے نت نئے عقیدے وضع کئے گئے کبھی عظمت نبوت پر حملے کئے گئے تو کبھی حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب پر شب خون مارتے ہوئے نبوت کے دعوے کئے گئے، کبھی مقامِ ولایت پر حرف گیری کی گئی تو کبھی ایسا بھی ہوا کہ شانِ الوہیت میں بھی تنقیص کی پیوند کاری کی گئی مختصر یہ کہ برصغیر میں دینی فتنوں کی یلغار اور افتراق بین المسلمین کے یہی بڑے اسباب تھے جن کی وجہ سے جسد ملت لخت لخت ہوگیا۔ اور اس کا شیرازہ بکھر گیا۔

فطرت کا اصول یہ ہے کہ جب زمین کا سینہ دھوپ کی تمازت سے خوب تپ جاتا ہے۔ نیز آندھیاں آتی ہیں اور کالے سیاہ بادلوں کی گھٹائیں چھاجاتی ہیں تو پھر رحمتِ الٰہی کے بادل بھی جھوم کر آتے ہیں اور ابر کرم باراں کی صورت میں خوب برستا ہے تو زمین کا سینہ نہ صرف ٹھنڈا ہوتا ہے بلکہ اس کے فیض کرم سے زمین کا سینہ چاک کرکے اس سے سبزہ اگاتے ہیں یوں رحمت حق کی سرسبز و شاداب کھیتیاں ہر طرف لہلہاتی نظر آتی ہیں۔ بلا تشبیہ و بلا مثال ملتِ اسلامیہ ہند کے زوال وانحطاط کے اس دور میں بریلی کے مردم خیز خطّے پر بہار میں گلشنِ نقی علی میں محلہ سوداں گراں کی سرزمین میں احمد رضا کی صورت میں ایک پھول کھلتا ہے اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھرپور اپنی مہک سے خطہ ہند ہی نہیں بلکہ چار دانگ عالم کو معطر کردیتا ہے۔ تو پھر عالم عرب وعجم اسے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، سراج الامۃ، مجدد دین وملت' ایسے عظیم القابات سے یاد کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام القابات کی ردا فقط انہی کو زیبا دیتی ہے مگر اس کے باوجود حقیقت بین نگاہوں کو ممدوح عالم کا سرو قامت اس ردائے فخر سے کہیں بلند نظر آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی عمر عزیز کی ابھی چودھویں بہار دیکھ رہے تھے کہ مسند افتاء و ارشاد پر فائز کر دیئے گئے۔ تو پھر آپ کی تحقیقاتِ انیقہ سے کشتِ ایمان میں وہ بہار آئی کہ جس سے اسلام اور اسلامیانِ عالم کو حیاتِ نو مل گئی۔ انہیں اثر خامۂ رضا میں سے ایک نادر و شاہکار آپ کا وہ ترجمۂ قرآن ہے جس کو آپ نے 'کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن' کے نام سے موسوم کیا۔

ہندوستان کی سرزمین ترجمۂ قرآن کی دولت سے محروم نہیں تھی بلکہ اس سے پہلے بہت سے فارسی اور اردو تراجم بساط علم پر موجود تھے جن میں لفظی اور بامحاورہ ترجمے، مختصر حواشی یا جامع تفاسیر سبھی شامل تھے۔ ایسے میں ذہن میں یہ سوال بار بار انگڑائیاں لیتا ہے کہ پہلے تراجم کی موجودگی میں ایک نئے ترجمے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور یہ کہ اس نے مسلم معاشرے پر کیا اثرات مرتب کئے ہیں؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ پہلے سے موجود تراجم قرآنی کی موجودگی میں ایک نئے ترجمے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری رقمطراز ہیں:۔

اعلیٰ حضرت کے ترجمے کنز الایمان میں ادب رسالت کا پہلو تو جداگانہ اور امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ کی ساری زندگی عشق و ادب مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم اور پاس ادب سے نابلد لوگوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں بسر ہوئی۔ ربّ العزت نے ایک مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

و وجدک ضالا فھدیٰ

اس مقام کا ترجمہ اہل علم کیلئے ایک آزمائش سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ اکثر مترجمین نے اس کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے:۔

اللہ نے آپ کو بھٹکا ہوا، راہ حق سے بے خبر، اور گم کردہ پایا تو ہدایت کی راہ دکھائی۔

یہ تراجم بلاشک وشبہ شانِ رسالت اور ادب بارگاہ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منافی تھے۔ مترجمین کے ہاتھ سے بوجوہ ادب رسالت کا دامن چھوٹ گیا تھا۔ اور وہ اس حقیقت سے صرف نظر کر بیٹھے کہ اللہ کا کلام جو اترا ہے و رفعنا لک کا مصداق بن کر ہے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت و انک لتھدی الیٰ صراط مستقیم 'اے محبوب بے شک تو سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے' کا دعویٰ کرتا ہے تو ایسے معظم و اعلیٰ مرتبت رسول کی نسبت یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ راہ حق سے بھٹکا ہوا، بے خبر یا گم کردہ راہ تھا کتنا بڑا ظلم ہے جس کا اپنا یہ عالم ہو کہ وہ راہ صواب سے بھٹکا ہوا ہو کس طرح دوسروں کو ہدایت کی دولت سے بہرور کر سکتا ہے؟ (کنز الایمان کی فنی حیثیت، ص ۳۰)

حاصل کلام یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے 'کنز الایمان' کے نام سے جو قرآن مجید کا نادر و شاہکار ترجمہ کیا ہے وہ محض شوق ترجمہ کے جذبات کی تسکین کیلئے نہیں تھا۔ بلکہ عقیدہ و عمل اسلامی فکر و فلسفہ، اسلامی تہذیب و ثقافت کی روحانی اقدار کا یہ تقاضا بھی تھا کہ بد عقیدگی کے بسائے جانے والے اس شبستان میں نورِ ایمان کے چراغ روشن کرنے کیلئے اس کتابِ نور قرآن مجید کا ترجمہ اور ترجمانی اس اسلوب بیان میں کی جائے کہ صاحبان ایمان اور اہل عقیدت و محبت کا دامن ایمان کے خزانوں سے اس طرح بھرپور ہو جائے کہ پھر کسی اور ترجمے اور ترجمانِ قرآن کی انہیں حاجت تک نہ رہے۔ اسی لئے حدی خوان قافلۂ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ترجمۂ قرآن کا نام ہی 'کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن' رکھا ہے۔

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کا ایک صدی پر محیط یہ سفر خود اس امر کی شہادت فراہم کر رہا ہے کہ اس نے بیسویں صدی پر جو دور رس اثرات مرتب کئے ہیں ان کا اندازہ اس کی پاک و ہند اور دنیا کے دیگر ممالک میں اور مختلف زبانوں میں کثرتِ اشاعت سے لگایا جا سکتا ہے۔

یہ حقیقت امر واقعی ہے کہ قرآن کی تاثیر و اثر اس کی ذاتی صفت ہے البتہ اس امر کا انکار بھی ممکن نہیں ہے کہ مطالب قرآنی کے فہم اور اس سے فکری و نظریاتی راہنمائی لینے میں اس کا ترجمہ و تفسیر اہم کردار ادا کرتا ہے اور یوں ایک مترجم یا مفسر بھی طالب ہدایت کی فکری تعمیر اور ذہن سازی میں کردار ادا کرتا ہے۔

بیسویں صدی بالخصوص فکری و نظریاتی اور اعتقادی و مسلکی اعتبار سے اپنے اندر ایک ایسی تاریخ سمائے ہوئے ہے کہ جس کے مختصر جائزے کیلئے بھی ایک دفتر درکار ہے ان زلازل و فتن میں قصر عقیدہ و اعتقاد ہچکولے لے رہا تھا۔ اہل حق کسی مسیحا کی راہ تک رہے تھے کہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کشتیِ ملت کے پاسباں بن کر میدانِ عمل میں اترتے ہیں اور قلم و قرطاس کے ذریعے ہچکولے کھاتے ہوئے قصر ایمان کا اس جرأت و استقامت کے ساتھ دفاع کرتے ہیں کہ فتنۂ اعتزال کے زخم خوردہ اور تہذیب مغرب کے اسیر بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ سرزمین بریلی سے اُٹھنے والی عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس آواز میں کچھ ایسی علمی گھن گرج تھی کہ ماہرین فلسفۂ قدیم اور حاملین علوم جدید اس پر توجہ دیے بغیر رہ نہ سکے۔

ایک وضاحت

آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ زیر قلم موضوع 'بیسویں صدی پر کنزالایمان کے فکری اثرات' پر راقم کی اس تحریری کاوش میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے صرف ترجمۂ کنزالایمان کے اثرات ہی مراد نہیں ہیں بلکہ میں نے موضوع میں توسع کا پہلو اختیار کیا ہے۔ کنزالایمان کے اثرات سے میرا مطمحِ نظر فکر رضا کے اثرات ہیں، اس لئے میری اس کاوش کو اسی زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔

آمد برسر مطلب

سطورِ سابقہ کا حاصل یہ ہے کہ انسانی زندگی کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جس پر کنزالایمان نے اپنے اثرات نہ چھوڑے ہوں۔ اور کوئی ایسا طبقہ نہیں جو اس سے متاثر نہ ہوا ہو۔

مذہبی اثرات

جمہور اُمتِ مسلمہ ہند اور بعض نوخیز اقلیتی فرق کے درمیان پائے جانے والے اختلافات میں سے اہم ترین اور سب سے بڑا اختلاف یہ ہے کہ قرآن مجید کے کچھ مترجمین سے ترجمۂ قرآن کرتے ہوئے بعض مقامات پر شان و مقام رسالت کے حوالے سے زبردست لغزشیں واقع ہوئی ہیں۔ یوں ادب و احترامِ رسالت کا دامن اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ طرفہ یہ کہ اس طرف توجہ دلانے کے باوجود بھی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ مراسلت کی گئی مگر عقائد حقّہ سے عدول کی رہ سے مراجعت نہ کی گئی۔ اس سلسلے میں صرف ایک حوالہ نذرِ قارئین کیا جاتا ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اللہ ربّ العزت اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین و گستاخی کے کلمات پر متوجہ کرتے ہوئے اور اپنے مخترعہ عقائد سے رجوع کرنے کی طرف بار بار دعوت دی مگر نہ مکتوباتِ رضا کا جواب دیا گیا اور نہ اپنے مذعومہ عقائد سے رجوع کیا گیا۔ مکتوباتِ رضا میں سے صرف ایک مکتوب کا مختصر اقتباس ملاحظہ ہو۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں:۔

آپ جانتے ہیں اور زمانے پر روشن ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ سالہا سال سے کس قدر رسائل کثیرہ غریزہ آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی صاحب وغیرہ کے رد میں ادھر سے شائع ہوئے اور بحمدہٖ تعالیٰ ہمیشہ لاجواب رہے۔ سوالات گئے، جواب نہ ملے، رسائل بھیجے، داخل ہوئے، رجسٹریاں پہنچیں، منکر ہو کر واپس فرمادیں۔ (کلیات مکاتیب رضا۔ جلد اوّل۔ ڈاکٹر شمس المصباحی)

کلیات مکاتیب رضا میں تھانوی صاحب کے نام اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے پانچ مکاتیب موجود ہیں ان تمام مکتوبات کا ایک ایک لفظ اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ مکتوب نگار کے دل میں دینِ حق اور افراد امت کیلئے کس قدر درد ہے اور وہ کس دل سوزی کے ساتھ جادۂ حق سے بھٹک جانے والوں کو دلائل و براہین کے ساتھ رجوع الی الحق کی دعوت دے رہے ہیں۔

خود اعلیٰ حضرت کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:۔

الحمد اللہ اس فقیر بارگاہ غالب قدیر عزو جلالہ کے دل میں کسی شخص سے نہ ذاتی مخالفت نہ دنیوی خصومت، میرے سرکار ابد قرار حضور پرُ نور سیّد الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پر مامور فرمایا ہے کہ مسلمان بھائیوں کو ایسے حال سے خبردار رکھوں جو مسلماں کہلا کر اللہ واحد قہار جل جلالہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماذون مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس پر حملہ کریں تا کہ میرے عوام بھائی مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ان ذیاب فی ثیاب کے جبّوں، عماموں، مولویت، مشیخت کے مقدس ناموں قال اللہ، قال الرسول کے روغنی کلاموں سے دھوکے میں آکر شکار گرگان خونخوار ہو کر معاذ اللہ سقر میں نہ گریں۔ (مکتوبات امام احمد رضا۔ مرتبہ مولانا پیر محمود احمد قادری، مکتبہ نبویہ لاہور، ص۱۱۵)

ناموس رسالتِ کے تحفظ کی اس تحریک میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر جس طرف سے بھی اور جو بھی ذاتی سوقیانہ حملے ہوتے رہے ان کے جواب میں آپ لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

ایسے وقائع بکثرت ہیں اور اب جو صاحب چاہیں امتحان فرمائیں ان شاء اللہ ذاتی حملوں پر کبھی التفات نہ ہو گا۔ سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہوئی ہے کہ عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی، میں تو خوش ہوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے افترا کرتے، بُرا کہتے ہیں، اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بد گوئی، منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں میں چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں، میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آبائے کرام کی آبروئیں عزتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے سپر دہیں۔ اللہم آمین (ایضاً، ص۱۱۷)

مذکورہ بالا اقتباسات کا لفظ لفظ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ آپ کو کسی سے کوئی ذاتی رنج نہ تھا اور نہ کوئی ذاتی مفاد تھا۔ مفاد تھا تو صرف اللہ عزّوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و حرمت اور ناموس کے تحفظ کا تھا۔ اللہ عزّوجل اور رسول معظم و محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے مضطرب دل سے نکلنے والی اور دردو سوز میں ڈوبی ہوئی ان آہوں کا ہی نتیجہ تھا کہ اکابر مجرمین کے پیروکاروں میں سے ہی بہت سے لوگوں کو حضور ایزدی سے یہ توفیق نصیب ہوگئی کہ انہوں نے اگرچہ اپنی تحریروں اور تراجم قرآنی میں اس کشتہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام تو ذکر نہیں کیا

مگر اُن کی دعوتِ فکر ادب و احترام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق و محبت پر مبنی فکر رضا کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہوئے اپنے اساتذہ اور اکابر کی بارگاہِ رسالت کی بے ادبی کی راہ کو مسترد کر دیا ہے۔ہم اپنی اس بات کی تصدیق میں چند مثالیں حق پسند اور حق طلب قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:۔

قرآن مجید کی سورہ والضحیٰ کی آیتِ کریمہ ہے:۔

و وجدک ضالا فهدیٰ (پ۳۰۔الضحیٰ)

اس آیتِ کریمہ کا مختلف مترجمین کی طرف سے کیا گیا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

- پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی۔ (محمود الحسن)
- پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی۔ (شاہ عبد القادر)
- اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتلایا۔ (اشرف علی تھانوی)
- تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔ (مودودی)
- اور رستے سے ناواقف پایا تو سیدھا رستہ دکھایا۔ (مولوی فتح محمد)
- اس نے تجھ کو بھولا بھٹکا پایا پھر راہ پر لگایا۔ (وحید الزمان)
- آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتادیا۔ (عبد الماجد دریا آبادی)
- پس پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی۔ (شاہ رفیع الدین)
- اور تم کو دیکھا کہ راہ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا سیدھا رستہ دکھا دیا۔ (ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)
- اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت دی۔ (مولانا محمد جونا گڑھی)
- تو بے راہ تھا یعنی تجھے پڑھانے والا کوئی نہ تھا، اللہ نے تجھ کو شریعت یعنی قرآن سکھایا۔ (حسین علی واں بھچڑاں)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ محولہ بالا تمام تراجم میں بھٹکا، بے خبر، بھولا ہوا، بے راہ، کے الفاظ و کلمات مشترک دکھائی دیتے ہیں۔ راقم الحروف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ترجمہ کرتے ہوئے سوئے ادبی پر مشتمل ان کلمات پر اتفاق و اجماع محض اتفاقی نہیں بلکہ یہ بد عقیدگی اور غلط فکری کا اشتراک ہے۔یہ سب بادیۂ گمراہی میں بھٹکی ہوئی سوچ بے خبر و راہ بھولی ہوئی فکر کا نتیجۂ بد ہے۔ ورنہ ہر وہ شخص جس کو فہم صحیح اور عقل سلیم کا ایک ذرّہ ساحصّہ بھی بارگاہِ ایزدی سے حاصل ہوا ہے، وہ پہلی ہی نظر میں جان کر پکار اُٹھتا ہے کہ ان تراجم کو دولتِ ایمان اور دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور مقام و احترام رسالت سے خالی ہیں۔

اور اس عظیم بارگاہ سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے۔ ان تراجم اور ان کے مترجمین کو اپنے دور کی اعتزالی سوچ قرار دیا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

مولانا کوثرنیازی کا تبصرہ

مذکورہ بالا تراجم پر ہم اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے سابق وفاقی وزیر مذہبی امور وحج واوقاف مولانا کوثر نیازی جو مسلکی اعتبار سے دیوبندی نظریات کے حامل تھے جب مودودی سے سیاسی تربیت پاکر میدان سیاست میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دستِ راست کی حیثیت سے پیپلز پارٹی کے اسٹیج سے پروان چڑھے اور وفاقی وزارت کے منصب تک پہنچے تھے۔ غرض یہ بتانا مقصود ہے کہ مولانا کوثر نیازی نہ تو امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تلمذ یا بیعت کی نسبت رکھتے تھے اور نہ آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھے نہ صرف یہ بلکہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فکری ہم آہنگی رکھنے والے کسی بزرگ سے بھی اُن کو کوئی ایسی نسبت حاصل نہ تھی۔ وہ خالص دیوبندی فکر کے پروردہ تھے۔

خود اُن کا اپنا بیان ہے:۔

میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم ومغفور سے لیا ہے۔

(امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۷، مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ، نومبر ۱۹۹۰ء)

مولانا کوثر نیازی کا تبصرہ

مولانا کوثر نیازی مذکورہ تراجم اور ان کے مترجمین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ووجدک ضالا فھدیٰ کے ترجمے کو دیکھ لو، قرآنِ پاک شہادت دیتا ہے،

ما ضل صاحبکم وما غویٰ رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے۔ ضل ماضی کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے، ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد وافکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مطلب اخذ کرلیتے ہیں۔

ووجدک ضالا کا ترجمہ ماضل کی شہادت قرآن کو سامنے رکھتے ہوئے عظمتِ رسول کے عین مطابق کرنے کی صورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے؟

مترجمین کا محاکمہ

تراجم پر تبصرہ کرنے کے بعد مترجمین کا محاکمہ یوں کرتے ہیں۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں:۔

'اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سمجھائی'۔

کہا جاسکتا ہے مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہوگئی آیئے ادیب، شاعر، مصنف اور صحافی مولانا عبد الماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا ترجمہ ہے:۔

'اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا'۔

مولانا دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے، ان کے قلم سے صرف نظر کرلیجیے اس دور میں اردوئے معلیٰ میں لکھنے والے اہل قلم حضرت مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیتے ہیں، ان کا ترجمہ یوں ہے:۔

'اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی'۔

پیغمبر کی گم راہی اور پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھئے اور پھر 'کنز الایمان' میں امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترجمے کو دیکھئے۔

بیا ورید گر اینجا بود سخن دانے
غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

امام نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں:

'اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'۔ (کنز الایمان)

کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ 'رشدی' کی ہفوات پر تو زبان کھولنے اور عالم اسلام کے قدم بہ قدم کوئی کارروائی کرنے میں اس لئے تامل کریں کہ کہیں آقایانِ ولی نعمت ناراض نہ ہوجائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمے پر پابندی لگادیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(ایضاً، ص ۸،۹)

کنزالایمان میزان نقد میں

اب ذرا کنزالایمان پر مولانا نیازی کا تبصرہ ملاحظہ ہو، ادب واحتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ یہی ان کا سوز نہاں ہے جو ان کا حرز جاں ہے۔ ان کا طغرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے۔

حاصل کون و مکان ہے، برتر از ایں وآں ہے، باعث رشک
قدسیاں ہے، راحتِ قلب عاشقاں ہے، سرمہ چشم سالکاں

(ایضاً، ص۸)

مولانا کوثر نیازی کے 'کنزالایمان' اور دیگر تراجم قرآنی پر اس جامع اور غیر جانب دارانہ تبصرے کے بعد مزید کسی تبصرہ و تجزیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

کنزالایمان کے علمی و فکری اثرات

راقم کا وجدان یہ کہتا ہے اور میری پختہ رائے بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ المنان کی دیگر حسنات کا اگر ذکر نہ بھی کیا جائے اور فقط اس ایک خوبی و خصوصیت کو ہی لے لیا جائے جو آپ نے حبِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حرمت و تقدیس رسالت کیلئے سرانجام دی ہے اور 'عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایمان ہے' کے اپنے فکر و فلسفے کو جس طرح سے ہر مسلمان کے دل میں اتار کر اُن کے عقیدہ و ایمان کی حفاظت کی ہے۔ آپ کے بقائے دوام، بخشش و مغفرت اور بلندیٔ درجات کیلئے یہی کافی تھا۔ آپ نے اپنے ترجمہ قرآن 'کنزالایمان' اور دیگر تصانیف بالخصوص اپنے فتاویٰ 'فتاویٰ رضویہ' کے ذریعے سے تقدیسِ الوہیت، حرمتِ ناموس رسالت اور عظمت اولیا کے تحفظ کا فریضہ سر انجام دیا ہے۔ اس کی مثال اسلام کی صدیوں پر محیط تاریخ میں عنقا ہے۔ اور مستقبل میں بھی اس کی مثال کی پیش گوئی مشکل ہے۔

برصغیر میں بدعقیدگی کی تحریک کا آغاز مولوی اسماعیل دہلوی (م ۱۸۳۱ء) کی بدنام زمانہ کتاب نام نہاد 'تقویۃ الایمان' کے منظر عام پر آنے سے ہوا اور پھر ملتِ اسلامیہ میں چھپے ہوئے مار آستینوں اور کچھ غیروں کے 'دست غیب' کی کرشمہ سازیوں سے اس اعتزالی تحریک کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا۔ اہانتِ رسول کی اس تحریک میں نئے نئے فتنے جنم لیتے رہے۔ چھوٹے چھوٹے فرقے وجود میں آتے رہے اور ملتِ اسلامیہ کے جسد ناز پر نوتراشیدہ، بدعی اور باطل عقائد کے نشتر چلاتے رہے ہیں۔ اس طوفانِ بلاخیز میں جو ذات ہمیں ملت کے مجموعی ایمان کا دفاع کر کے اس کے بکھر جانے والے اجزا کو ملا کر ایک مالا میں پرونے میں کوشاں و ساعی نظر آتی ہے اور افرادِ ملت کو اسلاف کی راہ پر گامزن رہنے کا درس دیتی نظر آتی ہے وہ صرف اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ یہ بات ہم محض عقیدت کے طور پر ہی نہیں کہہ رہے بلکہ خود امام احمد رضا خاں

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مخالفین بھی برملا اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور اُن کے پیروکار قدیم طریقوں پر قائم رہے۔ مولانا سلیمان ندوی جو اپنے طبعی میلان کے اعتبار سے اہل حدیث (غیر مقلدانہ) خیالات رکھنے والے تھے وہ لکھتے ہیں:۔

'تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہا۔
اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے'۔

(حیاتِ شبلی، ص ۴۶ بحوالہ تقریب تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۲۲۔ از مولانا عبدالحکیم شرف قادری)

اہل حدیث مکتبِ فکر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امر تسری کی گواہی بھی ملاحظہ ہو، امر تسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسی سال قبل سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ (شمع توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص ۴۰ بحوالہ امام احمد رضا محدث بریلوی پر دنیا بھر میں نئی نئی تحقیقات، از علامہ عبدالحکیم شرف قادری، ص ۵)

مذکورہ بالا دو مذہبی گواہوں کے علاوہ ایک مؤرخ اور جدید تعلیم یافتہ غیر جانب دار شخصیت کی گواہی بھی ملاحظہ ہو:۔

'انہوں (مولوی احمد رضا علیہ الرحمۃ) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔'

(موج کوثر، ص ۷۰۔ از شیخ محمد اکرام)

مذکورہ بالا ان تمام حوالہ جات کے پیش کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ امام احمد رضا خاں نے نہ تو کوئی نیا فرقہ قائم کیا اور نہ کوئی نیا مسلک ومذہب ایجاد کیا، بلکہ آپ پوری تندہی، پورے اخلاص اور کمال استقامت کے ساتھ اسلاف امت کے عقائد کی تبلیغ واشاعت کی۔ انہی کا دفاع کیا اور مخترعہ عقائد کے حاملین کو اسلاف امت کے ہی مذہبی عقائد کی طرف دعوت دی۔ یہ آپ کے اخلاص ہی کا نتیجہ اور آپ کی فکر کے مبنی بر صداقت ہونے کی دلیل ہے کہ ان بدعتی گروہوں کے بانیاں کے بعد آنے والی اُن کی معنوی اولاد جب میدان میں اُترتی ہے تو وہ امام احمد رضا خاں کے فکری واعتقادی نشتروں کا مقابلہ کرنے سے کتراتی ہے، اپنے بڑوں کی راہ پر چلنے سے بظاہر گریز کرتی ہے: وہ اپنے تراجم اور تحریروں میں بظاہر ایسے الفاظ لا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ اپنے اکابرین کے تراجم سے متفق نہیں ہیں۔

حکمتِ احمد رضا تیری کیا بات ھے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورۂ والضحیٰ کی آیت نمبر ۷ ووجدک ضالا فھدی کا ترجمہ یوں کیا ہے:۔

طططتت 'اور تمھیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'۔

مخالفین حق نے جب اپنی مزعومہ توحیدی عینک لگا کر عشق محبت میں ڈوبے ہوئے ترجمے کنزالایمان کو دیکھا اور پڑھا تو بغض رسالت میں جلتے ہوئے یہ فتویٰ صادر کیا کہ 'مولانا احمد رضا خاں نے یہ ترجمہ درست نہیں کیا اور اُن کا ترجمہ غلط ہے' اس کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامت ہی قرار دیا جائے گا کہ یہ ہی 'مفتیان' جب قلم اُٹھائے قرآن مجید کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو اگرچہ وہ 'اپنی محبت میں خود رفتہ پایا' کی ترکیب تو اختیار نہیں کرتے مگر اشارۃً اس ترجمہ رضا کی تائید ضرور کرتے ہیں۔

آیئے ہم اپنے اس موقف کی تائید میں چند مثالیں پیش کرتے ہیں تا کہ حقیقت پوری طرح مبرھن ہو کر سامنے آجائے۔

مولانا ابو الکلام آزاد جو کانگریس کے 'شوبوائے' کے نام سے پورے ہندوستان میں شہرت پانے والے مذہبی راہنما تھے، آزاد سیاسی طور پر کانگریسی اور مسلکی اعتبار سے پکے 'دیوبندی' تھے اگرچہ اپنی 'ابوالکلامی' کا اظہار کرتے ہوئے تقلید ائمہ اور اپنے اسلاف جیسے والا بزرگ مولانا خیر الدین، مولانا منور الدین وغیرہ جو پکّے اور متصلّب اہل سنت تھے اور اسماعیل دہلوی و تقویت الایمانی تصور توحید کے سخت مخالف تھے، ان سے بیزاری کا اکثر اظہار کرتے رہتے تھے (ان کی اپنی کتاب 'تذکرہ' کے مندرجات اس پر بطور سند و دلیل کافی ہے)۔ مولانا آزاد نے بھی ترجمہ 'قرآن اور 'ترجمان القرآن' کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی، مولانا آزاد کا ترجمہ 'قرآن ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ آزاد نے اپنے اس ترجمے میں 'سورۂ الضحیٰ' کا ترجمہ کرتے ہوئے زیر بحث آیت کریمہ کا ترجمہ بایں الفاظ کیا!

اے پیغمبر! ہم نے دیکھا کہ ہماری تلاش میں ہو۔ ہم نے خود ہی تمھیں اپنی راہ دکھلادی'۔

(ترجمان القرآن جلد سوم، ص ۱۸۴)

آزاد کا یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے ترجمہ 'کنزالایمان کی بڑی حد تک تائید کرتا ہے۔ الفاظ کے فرق کے باوجود مفہوم قریب قریب ایک ہی ہے۔

دیوبند کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے 'موضح الفرقان' کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ کیا جو ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء میں مکمل ہوا۔ مترجم نے تکمیل ترجمہ کے بعد اس کے حواشی بھی لکھنا شروع کئے مگر وہ صرف 'سورۂ آل عمران' تک حواشی لکھ سکے بعد میں ان حواشی کو ان کے شاگرد مولوی شبیر احمد عثمانی نے مکمل کیا۔ جو تفسیر عثمانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مولوی محمود الحسن نے ترجمہ تو خالص دیوبندی فکر کے مطابق ہی کیا ہے لیکن شبیر احمد عثمانی نے اس پر جو حاشیہ لکھا ہے وہ قابل توجہ ہے ملاحظہ ہو:۔

'جب حضرت جوان ہوئے قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم وراہ سے سخت بیزار تھے۔ اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا۔ عشق الٰہی کی آگ سینۂ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جس سے اس عرش وکرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جاکر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالٰی نے 'غارِ حرا' میں فرشتے کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی دین حق نازل فرمایا: ما كنت تدري ما الكتٰب ولا الايمان ولٰكن جعلنٰه نورا نهدي به من نشآء من عبادنا (شوریٰ۔ رکوع ۵) (تنبیہ) یہاں 'ضالًا' کے معنی کرتے وقت 'سورۂ یوسف' کی آیت 'قالوا تالله انك لفي ضلٰلك القديم' کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ (تفسیر عثمانی، بذیل حواشی سورۃ الضحیٰ، ص ۷۷۸، ۷۷۹۔ مطبوعہ دار التصنیف کراچی)

اب ذرا عثمانی صاحب کا سورۂ یوسف کی مذکورہ آیت پر لکھا گیا حاشیہ بھی ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں، یعنی یوسف کی محبت، اس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین تیرے دل میں جاگزیں ہے، وہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں۔ (ایضاً بذیل حواشی سورۂ یوسف آیت نمبر ۹۵، ص ۳۱۹، حاشیہ ۱)

عثمانی صاحب کے اوّل الذکر حاشیہ سے اشارۃ النص سے اور ثانی الذکر حاشیے سے بطور 'عبارۃ النص' ثابت ہوا کہ 'ضآل' کا معنی صرف گمراہ ہونا اور بھٹکنا ہی نہیں ہیں بلکہ کسی کی محبت کا غالب آجانا اور کسی کی محبت میں وارفتہ ہوجانے کا معنی بھی پایا جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مولانا عثمانی کبھی 'لفی ضلٰلک القدیم' کا معنی 'یوسف کی محبت' نہ کرتے عثمانی صاحب اپنے حواشی میں صراحتہً امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں کے بیان فرمودہ ترجمے 'آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا' کی تائید وتصدیق کر رہے ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ موصوف کے استاد اور مترجم مولوی محمود الحسن صاحب کی نظر اس معنی کی طرف کیوں نہ گئی؟ مقام رسالت سے اس قدر بے خبری کو غلط فکری اور بدعقیدگی کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔

جدید مترجمین قرآن پر اثرات

جس طرح یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید ایک ابدی اور دائمی شان رکھنے والی آخری الہامی کتاب ہے تو یہ بات بھی بغیر کسی شک و شبہ کے کہی جاسکتی ہے کہ قرآن مجید کے تراجم میں سے 'کنزالایمان' بھی اپنے اندر یہ شان رکھتا ہے، جس طرح قرآن کی تاثیر ہر دور میں ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اسی طرح کنزالایمان بھی اپنے اثرات مرتب کرتا دکھائی دیتا ہے اس نے صرف علوم قدیمہ کے ماہرین کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ عصری علوم کے ماہرین و ارباب علم و دانش کے قلوب و اذھان کو بھی مسخر کیا ہے۔

- قیام پاکستان کے بعد ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے قرآن و سنت کے پیغام کی اشاعت کے حوالے سے جن اہل علم نے شہرت پائی ہے اُن میں سے ایک نام حضرت سید محمد وجیہ السیما عرفانی علیہ الرحمۃ کا بھی ہے۔ موصوف جدید ذہن رکھنے والے روشن خیال عالم اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے نامور شیخ بھی تھے۔ آپ سورۂ والضحیٰ کی اس آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:۔

اور آپ کو مقصود کی چاہت میں گم گشتہ دیکھا تو مقصود تک پہنچا دیا۔

(عرفان القرآن، سورۂ والضحیٰ، ۹۳ : ۷)

یاد رہے کہ موصوف نے 'عرفان القرآن' کے نام سے قرآن مجید کا عمدہ اور شستہ و رواں ترجمہ کیا ہے۔ 'ضآلا فھدی' کا ترجمہ مقصود کی چاہت اور مقصود تک پہنچا دینا، ایک عمدہ تعبیر ہے۔ اور مقام رسالت کے آداب کے تقاضوں کے بھی قریب تر ہے۔ اِس لئے کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود و مطلوب ذاتِ حق کے سوا اور کچھ نہ تھا، مترجم نے اپنے ترجمے میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح موصوف 'سورۂ یوسف' میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی بات جس کو قرآن نے ذکر کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا ہے!

قالوا تاللہ انک لفی ضلٰلک القدیم

کہنے لگے خدا کی قسم آپ تو محبت کے اسی پُرانے غلبے میں گرفتار ہیں۔

بیٹوں نے 'ضلال' کی نسبت حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی تھے کی طرف کی تھی حضرت مترجم نے اسی نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ 'غلبہ محبت' انتہائی مؤدب الفاظ میں کیا ہے، مقام نبوت کا یہی تقاضا تھا جو ترجمے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

ایک اور شہادت

پروفیسر مولوی فیروزالدین روحی دیوبندی نے سورۂ والضحیٰ کی زیر بحث آیت مبارکہ کا ترجمہ یوں کیا ہے:۔

'اور آپ کو طالب پایا تو ہدایت دی'۔

اس ترجمہ پر اپنے تفسیری حاشیے میں لکھتے ہیں:۔

'پھر آپ کس طرح قلبی اضطراب میں مبتلا تھے کہ کسی طرح دنیا کی ضلالت اور کفر و شرک کا ازالہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس دلی تڑپ اور شوق کو اس طرح پورا کر دیا کہ اس نے آپ کو منصب نبوت و رسالت پر تفویض فرما کر ہدایت کی وہ راہ بتادی جس پر گامزن ہو کر کفر و شرک کی گند میں مبتلا لوگ نور ہدایت سے اپنے قلوب کے گند کا ازالہ کرلیں۔' (قرآن کریم اردو ترجمہ مع مختصر تفسیر، پارہ ۳۰، ص ۶۷ مطبوعہ ادارۂ تبلیغ القرآن نمبر ۱۱۸، گولیمار کراچی)

پروفیسر روحی اپنے زیر نظر آیت کریمہ کے ترجمے اور اس کے حاشیے میں ضلالت و گمراہی کی نسبت حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نہیں بلکہ 'قلبی اضطراب' یعنی محبت الٰہی میں خود رفتگی کی نسبت کرتے ہوئے عام لوگوں کی ضلالت و گمراہی اور کفر و شرک میں مبتلا ہونے کو بیان کر کے آیت کے مفہوم کو واضح کر رہے ہیں کہ العیاذ باللہ گمراہ اور راہ حق سے بھٹکے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں تھے بلکہ وہ لوگ تھے جن کی طرف آپ نبی بن کر مبعوث ہوئے تھے۔

یہ ایک مُسَلَّمہ حقیقت ہے کہ قلب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جہاں محبت الٰہی کا بحر نا پیدا کنار موجزن تھا وہاں قلب اطہر اس حوالے سے بھی مضطرب رہتا تھا کہ بادیۂ ضلالت میں گم کردہ راہ لوگ میری دعوت حق پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین (الشعراء۲۶:۳)

(اے حبیبِ مکرم!) کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اُن کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔

بلاشبہ یہ امام احمد رضا خاں اور آپ کے ترجمے 'کنز الایمان' کے فکری اثرات ہیں کہ ایسے چراغ روشن کئے ہیں جن کے ذریعے اعتقادی بے راہ روی کے اندھیرے خود بخود چھٹ جاتے ہیں۔ اور ہر صحیح العقل سلیم الفطرت شخص جادۂ مستقیم کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔ جو یقیناً فکر رضا کے صحیح و صواب ہونے کی بین دلیل ہے۔

❖ جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاولپور کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر سیّد حامد حسن بلگرامی کا نام اسلامی دنیا بالخصوص پاکستان کے علمی حلقوں میں کسی قسم کے تعارف کا محتاج نہیں۔ موصوف نے 'فیوض القرآن' کے نام سے قرآن مجید کا بڑا ہی وجد آفریں ایمان افروز ترجمہ کیا ہے جس کو پڑھتے ہوئے قلب و روح اپنے اندر تازگی محسوس کرتے ہیں علاوہ ازیں اس ترجمے کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء نے اس کی تائید و توثیق کی ہے۔ اکابرین اہل سنت میں سے حضرت غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور زینت مسند فقہ حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اسمائے گرامی اس کے مؤیدین میں شامل ہیں: اکابر زعمائے ملت کے مؤید اس ترجمے میں سورۂ والضحیٰ کی زیر بحث آیت مبارکہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (سرگشتہ شوق، وادی عشق الٰہی میں) سرگرداں پایا تو (اس نے) آپ کو منزل مقصود پر پہنچایا (غار حرا سے اُٹھا کر تبلیغ کے فرائض سونپے کہ دنیا اپنے ہادی کو دیکھے، ہدایت پائے)۔

(فیوض القرآن، سورۂ والضحیٰ ۹۳:۷)

❖ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بھی 'عرفان القرآن' کے نام سے تقدیس الوہیت اور ادب و احترامِ رسالت سے لبریز ایسا ایمان افروز اور روح پرور ترجمہ کیا ہے کہ جس کو پڑھتے ہوئے قاری اپنی کشتِ ایمان میں بہار کو جوبن پر دیکھتا ہے۔ عشق و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوب کر لکھے گئے اس وجدانی ترجمہ قرآن میں سورۂ والضحیٰ کی زیر نظر آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔ (سورۂ والضحیٰ ۹۳:۷)

صاحب عرفان القرآن ڈاکٹر محمد طاہر القادری، صاحب کنز الایمان اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں سے کس قدر متاثر ہیں؟ اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے آپ سورۂ والضحیٰ کی اسی زیر تبصرہ آیت کریمہ کے غلط تراجم پر جرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ایک طویل اقتباس ملاحظہ ہو۔

بے شک ضلال میں بے خبری کا معنی پایا جاتا ہے اور بے خبر ہونا ضلال کا تقاضا بھی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز سے بے خبری؟ کسی نے اس بے خبری کو راہ شریعت سے بے خبری پر محمول کیا، کسی نے راہ ہدایت سے بے خبری پر اور کسی نے راہ حق سے عدم آگہی پر لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے وفورِ محبت میں خود سے بے خبری پر محمول کیا۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفورِ محبت الٰہی میں اس قدر مستغرق تھے کہ آپ کو اپنی ذات تک کی خبر نہ رہی۔

تاریخی تناظر میں بھی یہی حق وصواب ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت سے پہلے چالیس چالیس روز غار حرا کی تنہائیوں میں یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عشق الٰہی میں استغراق و محویت کی اسی کیفیت کو ترجمے کے قالب میں ڈھالتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ترجمہ فرمایا:

'اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'۔

یعنی اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تیری محبت و محویت اس کمال تک پہنچ گئی کہ تجھے نہ اپنی خبر رہی نہ دنیا و مافیہا کی یعنی جب تیرا استغراق وانہماک اپنے نقطۂ عروج کو چھونے لگا تو 'فَهَدیٰ' ہم نے تمام حجابات مرتفع کر دیئے، تمام پردے اٹھا دیئے، تمام دوریاں مٹا دیں۔ تمام فاصلے سمیٹ دیئے اور اپنی بارگاہِ صمدیت میں مقام محبوبیت پر فائز کر دیا۔

اعلیٰ حضرت نے محب و محبوب کے مابین چاہت و محبت کی کیفیات اور کمال درجہ احوال و دلربائی کا لحاظ کرتے ہوئے اس انداز سے ترجمہ کیا کہ لغت وادب کے تقاضے بھی پورے ہو گئے اور بارگہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ پایا۔

ایں سعادت بزور بازو نسبت

(کنزالایمان کی فنی حیثیت، ص ۳۱، ۳۲)

کنزالایمان کے تہذیبی و ثقافتی اثرات

اس وقت موجود تمام تراجم قرآنی میں سے جس قدر گہرے تہذیبی و ثقافتی اثرات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمہ کنزالایمان نے معاشرے پر کئے ہیں کسی اور ترجمے نے نہیں کئے۔ آج معاشرے میں اسلامی و روحانی ثقافت کے جو مظاہر ہمیں نظر آتے ہیں اور معمول بہ دین کی بہاریں چمنستانِ حیات میں تازگی ایمان کا ساماں لئے نظر آتی ہیں یہ سب فیض ہے کنزالایمان کا۔

سائنس کی نوبہ نو ایجادات نے اگرچہ بظاہر تہذیب انسانی کو ترقی و عروج کی انتہائی حدوں تک پہنچادیا ہے مگر اس مادی ترقی کے چکاچوند عہد میں بھی انسان مادیت پرستی کا شکار ہو کر خالق سے تو دور ہو ا ہی تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ سے بھی دور ہو چکا ہے بلکہ خود سے نفرت کرنے لگا ہے۔ مادی مال و دولت اور مادہ پرستی کی اندھی محبت نے تمام اقدار حیات کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ تمام رشتوں کا تقدس ہوائے نفس کی نذر ہو چکا ہے۔ غرض یہ کہ یہ سارا شاخسانہ ہے مادی تہذیب کا۔ بقول اقبال ؂

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

اس ماحول میں بھی ہر طرف محافل قرآت و نعت، محافل میلاد، عرس بزرگان دین، محافل گیارہویں شریف نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ پوری دنیا میں بلا امتیاز رنگ و نسل اپنی خوشبو پھیلا رہی ہیں۔ اسلامی تہذیب و ثقافت اور تمدن کا شکوہ پوری آن بان کے ساتھ جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ بلاشبہ مسلم روحانی ثقافت کا احیا اور دفاع کرنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک ایسا تاریخی اور انقلابی کارنامہ ہے کہ ہند کی پوری تاریخ میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

امام احمد رضا نے اس دور میں اقدار دین کو ثابت رکھنے میں کردار ادا کیا جب جدید مغربی تہذیب کی فسوں کاریوں اور فرقِ مبتدعہ کی مخترعات سے قصر دین کی بنیادوں کو کمزور کیا جارہا تھا۔ اُمتِ مسلمہ کا رشتہ اس کے کعبہ ایمان حضور پُر نور سیّد الانس والجان سے اور اسلافِ امت سے توڑنے کی سر توڑ کوششیں کی جارہی تھیں۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کے بقول:

'جب دین کی قدروں کو نیچے گرایا جارہا تھا۔ اس وقت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری آگے بڑھے اور انہوں نے دین کی قدروں کو صحیح مقام پر ثبات بخشا'۔

(انوار رضا، ص ۶۵۵ بحوالہ مقالاتِ یوم رضا، ص ۷۰ مطبوعہ دائرۃ المصنفین لاہور)

امام احمد رضا نے قلم و قرطاس کے ذریعے اسلامی ثقافت کا دفاع ہی نہیں کیا بلکہ اس کے فروغ میں تمام تر جوش ایمان، غیرت دینی اور ملی حمیت کے سرفروشانہ جذبوں کے ساتھ اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی بلند پایہ علمی تصانیف بالخصوص عظیم فقہی شاہکار 'فتاویٰ رضویہ' نے نہ صرف مسلم فکر و فلسفہ اور عقائد اسلامیہ کے دفاع میں اہم کردار ادا کیا ہے بلکہ اصلاح احوال، تعمیر سیرت اور پختگی عمل میں بھی راہنمائی کا فریضہ ادا کیا ہے۔ دلوں میں خوفِ خدا اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی آپ کی تصانیف کی اہم خصوصیت ہے۔ آپ کے علم و فکر کا یہ ایک ایسا پہلو اور وصف ہے، جس کو اپنے اور پرائے سب تسلیم کرتے ہیں چنانچہ مودودی کے معتمد خاص، سابق جسٹس ملک غلام علی مسلکی و اعتقادی، فکری و نظریاتی ہر اعتبار سے اختلاف رکھنے کے باوجود فکرِ رضا کے اس خصوصی وصف کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور سول صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔ (انوار رضا، ص ۶۵۶ بحوالہ ارمغانِ حرم، ص ۱۴ مطبوعہ لکھنو

علامہ عبد الحمید شیخ الجامعہ، الجامعۃ النظامیہ، حیدر آباد دکن، بھارت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اس وصف حیات کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں:۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب سیف الاسلام اور مجاہد اعظم گزرے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک و عقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔ آپ کا مسلمانوں پر احسانِ عظیم ہے کہ ان کے دلوں میں عظمت و احترام رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیائے اُمت کے ساتھ وابستگی برقرار ہے۔ خود مخالفین پر بھی اس کا اچھا اثر پڑا اور ان کا گستاخانہ لب و لہجہ ایک حد تک درست ہوا۔ (امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الہ آباد، ۱۹۷۷ء۔ ص ۱۴۵)

پروفیسر عبد الشکور شاد، کابل یونیورسٹی، کابل، افغانستان، کا بیان بھی ملاحظہ ہو:۔

علامہ موصوف کی تحقیقی کاوشیں اس قابل ہیں کہ ہندوستان و پاکستان کی تاریخ ثقافت اسلامی میں بالتفصیل ثبت ہوں اور تاریخ علم و ہنگِ افاغنہ و آریانا دائرۃ المعارف کو لازم ہے کہ ان کے اسم گرامی کو ساری مولفات کے ساتھ اپنے اداروں میں محفوظ کریں۔ (پیغاماتِ یوم رضا، ص ۳۳، بحوالہ حیات مولانا احمد رضا خاں، از پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، ص ۱۷)

مولانا کوثر نیازی کی ایک روایت بھی نظروں میں رہنی چاہئے۔ وہ اپنے استاذ مولانا ادریس کاندھلوی کا قول یوں بیان کرتے ہیں:

میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے تھے۔ 'مولوی صاحب! (یہ مولوی صاحب اُن کا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا خاں کی بخشش تو انہی فتووں کے باعث ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا احمد رضا خاں تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا۔ تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول کی ہے۔ تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا جاؤ اسی ایک عمل پہ ہم نے تمہاری بخشش کر دی'۔ (امام احمد رضا خاں ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۷)

غرض یہ کہ وہ تمام اسلامی معاشرتی رسومات جو اسلامی ثقافت کی شناخت اور اس کی علمبردار ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تعلیمات میں نصوص شرعیہ سے جہاں اُن کا جواز ثابت کیا وہاں اُن تمام دینی و اسلامی رسومات میں پیدا ہو جانے والی خرابیوں کی اصلاح بھی کی، اور یوں مسلم ثقافت کا چہرہ نمایاں کیا۔ شیخ محمد اکرام جو عقائد کے اعتبار سے وہابی اور نظریاتی طور پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سخت مخالفت رکھتے تھے اپنی کتاب میں یوں رقمطراز ہیں:۔

مولوی احمد رضا خاں نام: (انہوں) نے کوئی پچاس کے قریب کتابیں مختلف نزاعی اور علمی مباحث پر لکھیں اور نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔ وہ تمام رسوم فاتحہ خوانی، چہلم، برسی، عرس، تصورِ شیخ، قیام میلاد، استمداد از اہل اللہ (مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ سے) اور گیارہویں کی نیاز وغیرہ کے قائل ہیں۔ (موج کوثر، ص ۷۰۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ کلب روڈ)

سماجی ومعاشرتی اثرات

کنزالایمان شریف نے صرف مذہبی و اعتقادی زندگی کو ہی متاثر نہیں کیا۔ بلکہ اس نے عامۃ الناس کی سماجی ومعاشرتی زندگی پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں مثلاًیہ کہ

- شادی بیاہ کے موقع پر دلہن کو جہاں جہیز میں عمدہ اور قیمتی سامان دیا جاتا ہے۔ وہاں ہمارے معاشرے میں بچی کو قرآن مجید کا تحفہ دے کر گھر سے روانہ کرنے کا قابل قدر اور مستحسن طریقہ بھی پایا جاتا ہے۔ راقم کا یہ مشاہدہ بھی ہے اور تجربہ بھی کہ اس موقع پر بالعموم جو مصحف شریف دلہن کو اس کے گھر والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے وہ ترجمۂ کنزالایمان شریف ہی ہوتا ہے۔
- کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کا یہ خصوصی فیض ہے کہ جوں جوں لوگوں میں قرآنی تعلیمات کا شوق بڑھ رہا ہے توں توں اُن کے اندر محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جذبات بھی فروغ پا رہے ہیں۔ اور ان کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ پہلے بالخصوص شادی کی تقریبات پر ناچ گانے اور رنگ وسرود کی محفلیں سجائی جاتی تھیں۔ اور حد سے بڑھ جانے والے شراب میں مست ہو کر دادِ عیش دیتے تھے مگر اب الحمد للہ رنگ ثقافت بھی بدل رہا ہے اور طرز معاشرت بھی تبدیل ہو رہا ہے اور روز بروز خوشی ومسرت کے ان لحاتمیں محافلِ قرأت ونعت، محافل میلاد کی صورت میں ذکر الٰہی اور عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پرور نغمے الاپے جاتے ہیں۔ دلوں کو ذکر خدا اور سول سے تسکین پہنچانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ اس سماجی ومعاشرتی انقلاب اور ذہنی سوچ میں تبدیلی کا سہرا سراسر صاحب کنزالایمان اور کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے سر ہے تو یہ خلاف حقیقت نہ ہو گا۔
- اس وقت مارکیٹ میں متعدد تراجم قرآنی شائع بھی کئے جا رہے ہیں اور وہ کثرت سے فروخت بھی ہو رہے ہیں لیکن جس قدر اشاعتی ادارے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری کا 'کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن' چھاپتے ہیں کوئی دوسرا ترجمہ اتنی کثیر تعداد میں شائع نہیں ہوتا۔ راقم نے حضرت حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ یا علامہ اقبال احمد فاروقی دونوں میں سے کسی ایک بزرگ سے سنا تھا کہ شروع شروع میں تاج کمپنی والے اپنے مخصوص نظریات کی وجہ سے کنزلایمان شریف کو چھاپنے پر تیار نہ تھے۔ انہیں بہت سے لوگوں نے اس طرف متوجہ کیا لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے مگر اہل علم کے اصرار پر جب انہوں نے اس مبارک اور سوادِ اعظم کے مقبول ترین ترجمۂ قرآن کو پہلی مرتبہ چھاپا تو اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ پہلے ایڈیشن کی نکاسی اتنی سرعت کے سات ہوئی

کہ لوگوں کی مانگ پوری کرنا مشکل ہوگئی۔ چنانچہ اس سے حوصلہ پاکر تاج کمپنی کے مطبوعہ دیگر تراجم پر سبقت لے گیا۔ اور آج تک اُس کا یہ اعزاز برقرار ہے۔

یہ تو تاج کمپنی کا معاملہ تھا یہی نہیں بلکہ قرآن مجید کی طباعت واشاعت کرنے والی جتنی کمپنیاں ہیں، اُن سب کا اگر جائزہ لیا جائے تو سب کی صورت حال یہی ہوگی کہ اشاعت و ترسیل کے اعتبار سے کنزالایمان شریف باقی تمام تراجم سے فائق ہوگا۔ کثرتِ اشاعت کالازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی مانگ بھی سب سے زیادہ ہے جب یہ ایک حقیقت ہے تو اس امر سے بھی انکار نہیں کہ سب سے زیادہ یہی پڑھا جانے والا ترجمہ ہے۔ چنانچہ یہ سب کنزالایمان کے سماجی و معاشرتی اثرات ہیں کہ اس نے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں سے لے کر ایک عام شخص تک کو اپنی فکر سے متاثر کیا ہے اور یوں دینی وروحانی ذہن سازی میں اہم کردار ادا کیا ہے اور ان شاء اللہ صبح قیامت تک اس کا یہ فیضان جاری رہے گا۔

سیاسی اثرات

کنزالایمان شریف کے سیاسی اثرات کا جائزہ لینے کیلئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت کے موقع پر صاحب کنزالایمان مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ان دونوں تحریکوں سے عملی طور پر علیحدہ ہو کر جس قومی وملی حمیت کا ثبوت دیا وہ آپ کی مومنانہ فراست، بیدار مغزی، دور اندیشی اور تدبر کا بین ثبوت ہے۔ آپ نے اپنی دانش نورانی سے خلافتی لیڈروں کو مشرکین ہند (ہندوؤں) کی سفاکی اور اُن کے مظالم سے (اُس وقت جب کہ ان دونوں کی مسلمان قیادت نے تاریخی حقائق کو پس پشت ڈالتے ہوئے مشرکین ہند سے مودت ومحبت اور اتحاد کی پینگیں چڑھانا شروع کیں اور ہر اس راہنما کو ملت دشمن، مخالف دین اور انگریز کا ایجنٹ قرار دیا جس کسی نے بھی تحریک خلافت اور ترک موالات کی مخالفت کی۔ مگر افسوس کہ ہندوؤں سے اتحاد و محبت کے جوش میں ہوش وحواس کھو بیٹھنے والے جذباتی لیڈروں نے اس مرد خدا کی ایک نہ سنی حالانکہ آپ نے تاریخی پس منظر کے طور پر درج ذیل حقائق کو انتہائی دلسوزی اور دردمندی کے ساتھ) آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

'کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے؟ کیا قربانی گاؤ پر اُن کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے؟ کیا کٹار پور آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک وہولناک مظالم جو ابھی تازہ ہیں دلوں سے محو ہوگئے؟ بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآنِ کریم کے پاک اوراق پھاڑے، جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لئے کلیجہ منہ کو آتا ہے'۔

مسٹر گاندھی جس کو خلافتی لیڈر اپنا رہبر و پیشوا تسلیم کر چکے تھے، وہ اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ اس کے عزائم سے خلافتی لیڈروں کو آگاہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

'وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہِ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہند دین میں ہم سے محارب ہیں'۔ (المحجۃ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنہ از امام احمد رضا خاں، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ، لاہور، ملخص، ص ۱۱۶ تا ۱۱۹)

قرآن مجید نے اہل ایمان کو یہود و نصاری اور کفار و مشرکین سے دوستی کرنے اور اُن کو اپنا ہم راز بنانے سے منع فرمایا ہے جب خلافتی لیڈروں نے اسلام سے کھلم کھلا بغاوت کرتے ہوئے مشرک اعظم گاندھی کو اپنا رہبر و پیشوا بنالیا، یہاں تک کہ اس کو مسجد میں لاکر منبر رسول پر بٹھایا گیا۔ بلکہ یہ تک کہا گیا کہ

'نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے'

(اخبار اتفاق، دہلی، ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء بحوالہ المحجۃ الموتمنہ حاشیہ ص ۱۸۴، حاشیہ ۵۔ از مولانا حشمت علی)

امام اہل حق نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

انہیں رازدار و دخیل کار بنانا حرام قطعی تھا۔ یہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر اُن کے ہاتھ بک گئے۔ انہیں اپنا امام و پیشوا بنالیا۔ اُن کو اپنا راہنما بنالیا ہے۔ جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے'

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی
واللہ یونہی چھاپ لگادیتا ہے ہر مغرور ستمگر کے دل پر

(المحجۃ الموتمنۃ، ص ۱۸۴)

یہ دو قومی نظریہ کا دینی و قرآنی تصور ہے جس کو امام المحققین، سیّد المفسرین اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن مجید کی صرف ایک آیت کریمہ کی تشریح و تفسیر بیان کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔

فکر رضا کا اثر

راست فکری پر مشتمل امام احمد رضا خاں کے ان افکار و نظریات کے سائے میں پروان چڑھنے والوں نے کنزالایمان سے مستنیر فکر اسلامی سے اپنے دامن علم و عمل کو بھرتے ہوئے اور صاحب کنزالایمان کے فیض صحبت سے حمیتِ ملّی اور غیرتِ دینی کا جو درس لیا تھا اس کا پرچم تھامے ہوئے وہ آل انڈیا سنّی کانفرنس کے نام سے میدان عمل میں اترے اور قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کا سبز جھنڈا اٹھائے ہندو اور انگریز دونوں کی غلامی کا انکار کرتے ہوئے آزاد مسلم ریاست کا مطالبہ کرتے ہیں تو چشم فلک نے دیکھا ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو جس اسلامی ریاست کا مطالبہ کیا جاتا ہے صرف ساڑھے چھ سال کے مختصر عرصے میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ایک آزاد و مختار ریاست کی حیثیت سے عالمی نقشے پر ابھر کر سامنے آتی ہے، یوں اقبال کا یہ خواب عملی تعبیر کی صورت میں دنیائے انسانی کے سامنے آتا ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

(بانگِ درا۔ کلیاتِ اقبال اردو، ص ۲۲۲)

مشہور کالم نگار اور صحافی میاں عبدالرشید مرحوم قیام پاکستان میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اور آپ کے متبعین کی خدمات اور کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

'When Pakistan Resolution was passed in 1940. The efforts of Hazrat Barelvi bore fruit and all his adherents and spiritual leaders rose as and man to support Pakistan movement. Thus the contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-e-Azam.' [Mian Abdul Rasheed: Islam i n Indo Pak sub- continent, Lahore 1977]

(ترجمہ مفہومی) ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان پاس ہوئی تو حضرت بریلوی کی ساعی بار آور ہوئی۔ آپ کے متبعین جن میں علما و صوفیا سب ہی شامل تھے۔ تحریکِ پاکستان کی حمایت کیلئے فرد واحد کی طرح اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بلاشبہ پاکستان کیلئے حضرت بریلوی کی خدمات قائد اعظم اور علامہ اقبال سے کسی طرح کم نہیں۔ (برصغیر پاک و ہند میں اسلام، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷۔ از میاں عبدالرشید)

یہی مصنف اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:۔

یہ صحیح ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ لوگوں نے جن میں کالجوں کے نوجوان طلبہ پیش پیش تھے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا، لیکن حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کے ہم مسلک حضرات کے تعاون نے بھی اس تحریک کو بڑی تقویت بخشی اور تحریک کے سفر کامرانی کو آسان بنادیا۔ علمائے دیوبند کی اکثریت، بعض علمائے اہل حدیث اور اسی طرح علمائے ندوہ کی ایک شاخ تحریک پاکستان کی مخالف تھی۔ (پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر از میاں عبد الرشید، ص ۱۱۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء)

حاصل کلام

نتیجہ بحث یہ کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے براہ راست قرآن و سنت کے انوار سے فیض پاکر فکر صحیح اور فہم سلیم تک رسائی حاصل کی اور پھر پوری تندہی سے بلاخوف لومۃ اللائم اللہ تعالیٰ جل وعلا اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکروں، دین اسلام اور عقائد حقّہ کے مخالفوں اور ملتِ اسلامیہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کیا وہ آپ ہی کا مقدر اور آپ ہی کا نصیب تھا۔ آپ نے فدایان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لشکر تیار کیا کہ جس کی سوچ فکر اور عقیدہ ہی یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر جان قربان کر دینا ہی روح ایمان اور اصل زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمن ہے وہ خواہ کوئی بھی ہو باپ ہو، بیٹا ہو، بھائی ہو، لیڈری کا دعویدار ہو، دنیا کا رئیس و سرمایہ دار ہو۔ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کفر کی منزل کا راہی بن گیا ہے جب کہ اہل ایمان کی منزل تو مکۃ المکرمۃ اور مدینۃ المنورۃ ہے۔ پاکستان کے سابق مرکزی وزیر تعلیم خاں محمد علی خاں ہوتی نے مندرجہ بالا حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:۔

فاضل بریلوی جنھوں نے مسلمانوں کی فکری آبیاری کیلئے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب ہر موضوع پر تحریر فرمائی ہیں، مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ کفر کی سب قسموں سے الگ رہنا چاہیے، اگر انگریز سے ترک موالات ضروری ہے تو ہندو سے بھی ترک موالات لازمی ہے، نہ ہندو مسلمان کا ساتھی بن سکتا ہے اور نہ ہی غمخوار۔ (گناہِ بے گناہی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ، ص ۴۷ مطبوعہ حیدر آباد، سندھ ۱۹۸۸ء)

یہ مختصر مضمون 'کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن' کے گذشتہ اور رواں صدی پر مرتب ہونے والے چند پہلوؤں پر مشتمل اثرات کو بیان کرتا ہے۔ اگر زندگی کے مختلف اور بڑے بڑے پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر اس موضوع پر کام کیا جائے تو اس کیلئے ایک ضخیم دفتر درکار ہے۔ اور ایک ٹیم کا متقاضی ہے جو اس فریضے کو سرانجام دے سکے۔

اہم نکات

کنزالایمان کے فکری اثرات کے موضوع پر لکھے گئے زیرِ نظر مضمون کے اہم نکات درج ذیل ہیں:۔

- کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن میں امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تقدیس الوہیت، آدابِ بارگاہ نبوت و رسالت اور تعظیم اولیاء کا کامل طور پر پاسِ ادب و فرق مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔
- ترجمہ کرتے وقت اسلافِ امت کے فکر و فلسفہ اور عقائد و نظریات کو مد نظر رکھا گیا ہے، اور ترجمے میں اہلِ حق سے کہیں بھی اعتزال کی راہ کو نہیں اپنایا گیا۔
- ترجمہ اس انداز میں کیا گیا ہے کہ قرآن کا طالب علم ایک حد تک لمبی لمبی تفاسیر سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔
- ترجمہ کنزالایمان کو پڑھتے ہوئے قاری کے دل میں محبت و اطاعتِ الٰہی اور عشق و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جذبات والہانہ طور پر پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں جو قاریٔ قرآن کو عمل کی طرف، سنت نبوی کی اتباع کی طرف ابھارتے ہیں۔

مآخذ و مراجع

تراجم قرآن

- مولوی ابو الکلام آزاد، ترجمان القرآن (۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء)
- مولانا شاہ احمد رضا خاں، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء)
- مولوی اشرف علی تھانوی، ترجمہ و تفسیر بیان القرآن (۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)
- محمد جوناگڑھی، مولوی، قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر
- مولوی حسین علی واں بھچراں، بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن (۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۳ء)
- حامد حسن بلگرامی، ڈاکٹر سیّد، فیوض القرآن
- مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء)
- مولوی شبیر احمد عثمانی (۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء)
- محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر، حیات عرفان القرآن
- مولانا شاہ عبد القادر دہلوی، موضح القرآن مع ترجمۂ قرآن (۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۸ء)
- مولوی عبد الماجد دریا آبادی، القرآن الحکیم مع ترجمہ و تفسیر
- مولوی فتح محمد جالندھری، فتح الحمید
- پروفیسر مولوی فیروز الدین روحی، تفسیر القرآن مع ترجمہ
- مولوی محمود الحسن دیوبندی، قرآن شریف مترجم (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء)
- سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء)
- ڈپٹی مولوی نذیر احمد دہلوی، غرائب القرآن (۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء)
- سیّد وجیہ السیما عرفانی، عرفان القرآن

کتب و رسائل

- امام احمد رضا خاں، المحجۃ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنہ، مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ۱۳۹۶ھ۔ ۱۹۷۶ء
- محمد اکرام شیخ، موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲ کلب روڈ، لاہور، مئی ۲۰۰۰ء
- محمد جلال الدین قادری، ابو الکلام آزاد کی تاریخی شکست، مکتبہ رضویہ ۲۴ / ۲ سوڈ ایوال کالونی، ملتان روڈ، لاہور، رجب ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء مئی
- پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، کنز الایمان کی فنی حیثیت، منہاج القرآن پبلی کیشنز ۳۶۵ ایم بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور، اپریل ۱۹۹۷ء
- علامہ عبد الحکیم شرف قادری، امام احمد رضا محدث بریلوی پر دنیا بھر میں نئی نئی تحقیقات، رضا اکیڈمی رجسٹرڈ لاہور، ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء طبع اوّل
- علامہ عبد الحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہلسنت، مکتبہ قادریہ
- ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اُردو تراجم، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی
- میاں عبد الرشید، پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر، ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ پنجاب لاہور، جون ۱۹۸۲ء
- **ABDUL RASHID: Islam in Indo Pak sub-continent Lahore, 1977**
- مولانا کوثر نیازی،، امام احمد رضا خاں بریلوی، ایک ہمہ جہت شخصیت، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور، ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء
- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، اسلامی کتب خانہ اقبال روڈ سیالکوٹ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء
- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، فاضل بریلوی اور ترک موالات، مرکزی مجلس رضا، لاہور، بار پنجم رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ / اگست ۱۹۷۷ء
- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، گناہِ بے گناہی، جماعت اہلسنت، ضلع حیدر آباد، سندھ، ۱۹۸۸ء
- ڈاکٹر غلام جابر شمس المصباحی، کلیاتِ مکاتیب رضا، مکتبہ بحر العلوم، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء
- الحاج شیخ عبد اللطیف، انوار رضا، شرکتِ حنفیہ لمیٹڈ، گنج بخش روڈ، لاہور، (مجموعہ مقالات) ۱۳۹۷ھ
- محبوب الرسول قادری ملک، انوار رضا، انٹرنیشنل غوثیہ فورم، جوہر آباد، ضلع خوشاب، (مجموعہ مقالات) ۲۰۰۳ء
- مولانا پیر محمود احمد قادری، مکتوباتِ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور، جنوری ۱۹۸۶ء

- محمد یٰسین اختر مصباحی، مولانا امام احمد رضا اہلِ دانش کی نظر میں، الہ آباد، بھارت، ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء
- علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء
- حاجی مقبول احمد قادری، پیغاماتِ یوم رضا، مرکزی مجلس رضا، لاہور، ۱۹۷۶ء
- قاضی عبدالنبی کوکب، مقالاتِ یوم رضا، لاہور، ۷۱۔۱۹۶۸ء
- اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۱ء
- پروفیسر خورشید احمد، سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر جلد ۲، محمد اقبال طاہر ۱۸۹۔ریواز گارڈن، لاہور، تیسرا ایڈیشن جنوری ۱۹۸۸ء